اسد محمد خان کی خاکہ نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

An Analysis of Asad Muhammad Khan's Sketch writing

DOI: 10.5281/zenodo.7708952

**Dr. Shahab Uddin*
***Dr. Muhammad Sulaiman*
****Dr. Taqwim ul Haq*

ABSTRACT

Asad Muhammad Khan is an important name in the world of Urdu fiction. He has made his mark in Urdu poetry, especially in lyricism. Apart from this, he is also an excellent sketch-writer. In "Yadeen: Guzri Sadi K Dost" he has received praise from the literati by presenting successful sketches of his friends. His sketches are literary and standard in every way. Like a master sketcher, Asad Muhammad Khan kept all the principles of sketch writing in mind and made his sketches interesting with the charm and elegance of the style. Asad Muhammad Khan also used satire in his sketches but with moderation and balance. He added his name to the list of sketch-writers by creating excellent sketches like "Mahalwali Nanna", "Jahangir Quarters ka Oracle", "Khwaja Sigparast" and "Portrait". In these sketches, he made these personalities alive. He highlighted the salient and representative aspects of these personalities without going into unnecessary details. In these hand-picked incidents he narrated only those incidents in which he can illustrate the personality traits in more vivid colors. Apart from this, he has also made an excellent addition to the memoir by mentioning some of his past friends. All in all, he is a masterful and skilled sketch-writer.

Keywords: Asad Muhammad Khan, Sketch, Portrait, Saqi Farooqi, Yaddin, Khwaja Sag,Parast, Oracle, Character, Psychological Portraits,

تمہید

اردو ادب میں اسد محمد خان کی بنیادی پہچان ایک افسانہ نگار اور شاعر کی حیثیت سے ہے۔ وہ اپنی شاعری اور اپنے شہکار افسانوں ('باسودے کی مریم' اور 'مئی دادا') کے ذریعے ادبی حلقوں سے دادِ تحسین

....

*Lecturer Urdu Department, Islamia College Peshawar
**Lecturer Urdu Department, Islamia College Peshawar
*** Lecturer Urdu Department, Islamia College Peshawar

حاصل کر چکے ہیں۔ مگر ایک شاعر اور افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ وہ ایک بہترین خاکہ نگار بھی ہیں۔ "یادیں۔ گزری صدی کے دوست" کے نام سے ان کے خاکوں کی کتاب ۲۰۱۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں خاکوں کے علاوہ یادداشت، افسانے، مضامین اور نظمیں شامل ہیں۔

اسد محمد خان کی مذکورہ کتاب جن مشہور ادبی شخصیات کے خاکے شامل ہیں، ان میں سلیم احمد، ساقی فاروقی، اطہر نفیس، سید مظہر حسین اور ذیشان ساحل سمیت ان کے بچپن کے دوست اودھ نرائن، گوری شنکر، بھیادیوی سرن سکسینہ اور ممتاز علی خان بھائی کے خاکے شامل ہیں۔

اردو ادب میں باقاعدہ خاکہ نگار مرزا فرحت اللہ بیگ ہیں۔ اگرچہ بعض نقاد محمد حسین آزاد کو اردو ادب کا پہلا خاکہ نگار قرار دیتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آزاد نے باقاعدہ خاکے تو نہیں لکھے لیکن جو کچھ لکھا ہے وہ خاکہ نگاری کے فن کے قریب ضرور ہے۔ جہاں تک خاکہ نگاری کے فنی تقاضوں کا تعلق ہے تو یہ سوانح نگاری سے بالکل مختلف فن ہے۔ سوانح نگار جہاں تفصیل سے کام لیتا اور ایک شخص کی زندگی کے تمام واقعات پیدائش سے لے کر موت تک درج کرتا ہے، وہاں خاکہ نگار اختصار پسند ہوتا ہے اور اپنی شخصیت کی زندگی کے چیدہ چیدہ ان واقعات کو بیان کرتا ہے جو اس شخصیت کو جاننے اور سمجھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

خاکہ نگاری کے اس پہلو یعنی اختصار و جامعیت کے حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"ایک اچھے خاکے میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج، اس کی افتادِ طبع، اندازِ فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔ اختصار و جامعیت خاکہ نگاری کا بنیادی وصف ہے۔"(۱)

خاکہ نگاری کا انداز قدرے غیر رسمی ہوتا ہے۔ کامیاب خاکہ نگاری کے لیے قدرتِ بیان کے علاوہ نفسیاتِ انسانی کا گہرا مشاہدہ اور زندگی کے متنوع پہلوؤں کا وسیع مطالعہ اشد ضروری ہے۔ اس حوالے سے خاکہ نگاری آسان کام نہیں۔ ڈاکٹر بشیر سیفی لکھتے ہیں:

"ہمارے ہاں ادیبوں اور شاعروں کے خاکے لکھتے ہوئے ان کے فنی مقام و مرتبہ پر بھی اظہار رائے کیا جاتا ہے جس سے خاکہ تنقیدی مضمون کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ حالانکہ خاکے کا مقصد ادیب اور شاعر کو نہیں بلکہ اس کے اندر چھپے ہوئے انسان کو پیش کرنا ہوتا ہے۔"(۲)

خاکہ کا مقصد کسی شخصیت کے افکار و کردار کی مدد سے بحیثیت انسان اس کی انفرادیت نمایاں کرنا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے محمد عارف لکھتے ہیں:

"خاکہ مزاحیہ مضمون یا تعزیتی نثری مرثیہ نہیں ہوتا، یہ صرف شخصیت کی سچی اور صاف تصویر دکھاتا ہے۔ اس میں زیبِ داستان کی ضرورت نہیں ہوتی۔"(۳)

خاکہ دراصل دو چیزوں سے بنتا ہے۔ نمایاں اور نمائندہ خدوخال اور نمائندہ واقعات کا انتخاب کیونکہ خاکہ افسانے کی طرح تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا اور چند نمایاں پہلوؤں سے ہی شخصیت کے مجموعی تاثر کو ابھارا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یحییٰ امجد لکھتے ہیں:

"یہ فن اتنا جاندار ہے کہ اگر اسے صحیح معنوں میں برتا جائے تو ایک عام انسان کو ہزارہا ادیبوں اور ادب شناسوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنایا جاسکتا ہے۔"(۴)

مذکورہ بالا تمام تعریفوں کی روشنی میں اگر اسد محمد خان کے خاکوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے خاکے اس پر پورا اُترتے ہیں۔ اسد محمد خان نے یہ تمام خاکے ان شخصیات کے لکھے ہیں جن کے ساتھ انھوں نے خود زندگی کا کچھ وقت گزارا ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے ان خاکوں میں ان واقعات جو خود ان کے ذاتی مشاہدے کا حصہ رہے تھے۔ 'محل والی ننا' کے عنوان کے ذیل میں اسد نے اپنی والدہ کی خالہ امۃ الودود بیگم کا خاکہ پیش کیا ہے۔ ان کے دو نام تھے ایک 'ودہ نانی جان' اور دوسرا 'محل والی ننا'۔ اس خاکے میں 'محل والی ننا' کی شفقت و محبت اور سخاوت کا بیان کیا گیا ہے۔

اسد محمد خان لکھتے ہیں:

"اپنا پرایا، ہندو مسلم، شہری دیہاتی، بھیل ٹھاکر، اہل سنت اثنا عشری، ملازم، بے روزگار، جھوٹا سچا۔۔۔۔ جو بھی اپنا دکھ بیان کرتا۔ ننابی اپنا بٹوا نکال کر کبھی سب کے سامنے اور کبھی چوری چھپے اس کی خدمت کر کے چلتا کرتیں۔"(۵)

'محل والی ننا' کو خاندان میں قصہ گو کی حیثیت حاصل تھی، وہ چڑیا چڑے کی کہانی سے لے کر طلسم ہوش رُبا اور امیر حمزہ کی داستان تک جو بھی سناتیں اپنے طریقے سے سناتی تھیں۔ غرض اسد محمد خان نے اس خاکے میں وہ تمام رنگ بھر دیے ہیں جو کسی بھی شخصیت کے بنیادی پہلو ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے اس شخصیت کے نمایاں پہلو نمائندہ واقعات سے اجاگر ہوتے ہیں۔ خاکہ نگاری، سوانح نگاری نہیں لیکن خاکوں میں اگر شخصیت کے سوانح کی جھلک نظر نہ آئے تو خاکہ نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ اسد محمد خان کے کئی افسانوں میں بھی خاکہ نگاری کی جھلک ملتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے افسانوں 'ریڈیو والے نواب صاحب'، 'دیوان جی' اور 'ریڈیو والے ولندیزی' کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

مولوی عبدالحق کے خاکوں 'نام دیو مالی' اور 'نور خان' کی طرح اسد محمد خان کے اس خاکے سے اس کے فنی نظریے کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک انسان کی اصل قدر و قیمت اس کی ذاتی صفات ہیں۔ وہ نیک نفس، ہمدرد، ایماندار اور محنتی انسانوں کو پسند کرتے ہیں۔ 'محل والی نتا' سے اس نظریے کو تقویت ملتی ہے۔

" محل والی نتا وہ پہلی کھڑکی تھیں، جس سے نظر ڈالتے ہوئے ہم بچوں نے شفقت کرتے اور جھڑکیاں کھاتے۔ کام کرنے والوں، کمی کاریوں، کسانوں کو ہنستی کھلکھلاتی کہانیوں کی چھایا میں مزے کرتے، آئس کریم کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔"(۶)

یہ خاکہ اسد کے بچپن کے دنوں کے واقعات پر مبنی ہے۔

دوسرا خاکہ سلیم احمد کا 'جہانگیر کوارٹر کا آریکل' کے عنوان سے ہے۔ اس خاکے میں بھی اسد محمد خان ادبی تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتے۔ سلیم احمد کا خاکہ لکھتے وقت وہ اس کی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں اور نمائندہ واقعات کا ذکر کرتے ہیں اور جس سے خاکے میں تکمیلیت کے پہلو ابھرتے ہیں۔ سلیم احمد اپنے ہم عصروں اور چھوٹوں کے ساتھ جس شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور ہمہ وقت ان کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔ اس سے ان کی ادب سے بے پناہ محبت اور مزاج کی سادہ لوحی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سلیم احمد اپنے چھوٹوں کو مشورہ سے نوازتے، ان کی راہنمائی کرتے اور روشنی عطا کرتے تھے۔ وہ ادب سے شغف رکھنے والوں کی تھاک میں ہوتے اور جوں ہی اسے کوئی ایسا ادب دوست شخص نظر آتا اسے اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرتے۔ گویا وہ ہر وقت 'talent hunt' کی تلاش میں رہتے۔ بقول اسد محمد خان، سلیم احمد نئے نئے ادب کی دنیا میں قدم رکھنے والوں کے لیے ایک ایک 'oracle' کی حیثیت رکھتے تھے اور سب اسے پیار سے بھائی کہتے تھے۔

"مگر وہ بھائی اور دوست سے آگے کے کسی منصب پر فائز تھے، ڈیلفی کے سروشِ غیبی کی طرح وہ جہانگیر کوارٹر کا oracle تھے۔"(۷)

اس خاکے میں اسد نے سلیم احمد کی شخصیت کو بطور خاص مرکوز کیا ہے۔ اس نے الفاظ کے چناؤ میں احتیاط سے کام لیا ہے اور شاید خاکے میں اسی فن کے ذریعے شخصیت کی عکس گری کی جاتی ہے جو خاکہ نویسی کا بنیادی وصف ہے۔

"سلیم احمد اپنے ہم عصروں اور چھوٹوں اور بعض حالتوں میں اپنے بڑوں کے بھی گرو اور ہادی تھے۔ اور وہ دارالاستخارہ تھے جہاں سے روشنی اور مشورے اور پیش گوئیاں طلب کی جاتی تھیں۔ کچھ بھی کہنے اور لکھنے کے بعد انھیں سنا کر پڑھوا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھا جاتا تھا۔"(۸)

اسد محمد خان بڑی ہنر مندی سے سلیم احمد کی زندگی کے اہم واقعات، خارجی ماحول، ظاہری خد و خال، ذاتی تاثرات و کیفیات، نفسیاتی آگہی اور شخصی تعلقات سے کشید کردہ اہم عناصر چن چن کر اور تانا بانا بُن کر پیش کرتے ہیں۔ خاکہ لکھنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ لکھنے والا خلوت اور جلوت میں اس سے ملا ہو۔ اس کی ہر ادا سے واقف ہو۔

"سلیم احمد نے ایک عجیب چکر چلا رکھا تھا۔ انھوں نے بہت سے ذہین و فطین اور خطرناک آدمیوں کو talent hunting کے لیے شہر میں چھوڑ رکھا تھا۔ یہ ان کے talent scouts تھے جو باہر کے اندھیرے پر کڑی نظر رکھتے تھے اور جیسے ہی کوئی جگنو اپنی دُم چمکاتا ہوا نظر آتا تھا یہ پکڑ کر اسے اپنی ٹوپی میں چھپا لیتے تھے اور گرو کے حوالے کر دیتے تھے۔"(۹)

خاکہ لکھنے کے لیے شخصیت کی عظمتوں اور لغزشوں سے واقفیت ضروری ہے مگر تاثرات کو ایسے شگفتہ انداز میں پیش کرتا ہو کہ پڑھنے والا بھی اس کی شخصیت کی عظمت سے واقف ہو کر اسے ایک کردار کے طور پر قبول کرے۔ اسد نے سلیم احمد خاکہ کھینچتے وقت اسی اصول کو اپنائے رکھا۔ ملاحظہ ہو:

"سلیم احمد کے بارے میں افواہیں اڑانے کا موقع کبھی کسی کو نہ مل سکا کیونکہ جو آدمی ٹرانسپیرنٹ میٹریل سے بنا ہو اور چوپال میں زندگی گزار رہا ہو اور اپنے لفظوں کو کسی مکر چاندنی میں اور کونوں کھدروں میں ٹانکنے کی بجائے انھیں تیز دھوپ میں پھیلا کر بات کرتا ہو، اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ بہت سے تنازعات البتہ سلیم احمد سے منسوب ہوئے۔ تو یہ بات سلیم احمد خود بھی چاہتے تھے کیونکہ منمناتی ہوئی بھلمنسی اور جماہیاں لیتی دفع الوقتی میں نہ کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور نہ حل ہوتا ہے۔ سلیم احمد ادب میں مسائل اٹھانے، انھیں حل کرنے یا کم از کم ان کی anatomy سمجھنے کے قائل تھے۔ انھیں متنازعہ تو بننا ہی تھا۔"(۱۰)

'خواجہ سگ پرست' کے عنوان سے اسد محمد خان نے ساقی فاروقی کا خاکہ لکھا ہے۔ اس خاکے کا عنوان اپنی موضوع سے خوب مطابقت اور مناسبت رکھتا ہے کیونکہ ساقی فاروقی کو بھی جانوروں سے بہت دلچسپی تھی۔ نہ صرف یہ کہ انھوں نے جانوروں کے نام سے کئی استعاراتی اور تمثیلی نظمیں کہی ہیں بلکہ وہ اپنے گھر میں بھی مختلف قسم کے جانور پالتے رہے ہیں۔ اس خاکے میں اسد انھوں نے ساقی فاروقی کی زندگی کے پانچ نمایاں اور نمائندہ واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ساقی فاروقی کا لندن یونیورسٹی میں داخلے کی غرض سے پہنچنا اور یونیورسٹی والوں کی یہ شرط کہ تمھیں لاطینی زبان پڑھنی ہو گی، تبھی تمھارا داخلہ ہو گا تو ساقی نے برملا کہا کہ مجھے اس زبان سے اصولی اختلاف ہے کیونکہ امپیریل روما میں انسانوں کو غلام بنانے کا رواج تھا اور وہ اپنے غلاموں کو شہری کا رتبہ نہیں دیتے تھے۔ اس لیے میں یہ زبان نہیں پڑھوں

گا۔ اس سے جبر واستحصال کرنے والوں کے خلاف ساقی فاروقی کی نفرت بھی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنے داداخان بہادر خیرات نبی سے اس لیے ناراض رہتے تھے کہ انھوں نے انگریزوں کا اعزاز قبول کیا۔

اس خاکہ میں اسد محمد خان نے ساقی فاروقی کی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کیا ہے کہ اس سے اس کی شخصیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر قاری کے ذہن میں ابھرتی ہے۔ اسد محمد خان نے اپنے تمام خاکوں میں منفرد تکنیک اور متنوع اسلوب کے تحت خاکوں کی جدا جدا صورتیں پیش کی ہیں۔ چنانچہ اس خود خاکہ نگار کے تاثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جیسے کہ محمد طفیل اپنی تصنیف "مجی" میں لکھتے ہیں:

"خاکہ نگاری خدائی حدود میں قدم رکھنے کے مترادف ہے یعنی جو کچھ آپ کو خدا نے بنایا ہو، اس کے عین میں اظہار کا نام خاکہ نگاری ہے۔"(۱۱)

اسد محمد خان خاکوں میں اس بات کا خصوصی خیال رکھتے ہیں کہ کردار کی طویل زندگی میں اہم اور فائدہ مند معلومات کو مدنظر رکھا جائے تاکہ اس شخصیت کے اہم شخصی پہلوؤں کی رونمائی ہو جائے۔ وہ غیر ضروری تفاصیل کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اشاروں کنایوں میں طویل مفاہیم ادا کرنے کا ہنر اسد محمد خان کو خوب آتا ہے۔

"بدنصیبو! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم آج تک اجہل الجاہلین حلال زادوں کی طرح ایک دوسرے کو اسد صاحب، محفوظ صاحب، ارشاد صاحب، کہہ کر پکارتے ہو، ارے پانچ پانچ چھ چھ برس کی دوستیاں ہیں اور اب تک ہیہات! اب تک یہ حرمزدگی چل رہی ہے؟ تف ہے۔"(۱۲)

اس طرح ساقی فاروقی کے بارے میں اسد محمد خان لکھتے ہیں کہ اسے تکلفات سے سخت چڑ تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ دوست تو ایک دوسرے کے محرم ہوتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں بے حجاب اور بے محابا، پھر وہ جوشؔ کے بارے

میں کہتے ہیں کہ وہ تو اپنے دوستوں کی معیت میں حالت بے ستری میں بے خطر کود پڑتے تھے اور ایک تم ہو سالو! ننگِ اسلاف کہ ایک دوسرے کو 'صاحب' کا غلاف اُڑھاتے ہو۔ صد ہزار افسوس!

بیگم عطیہ فیضی کے حوالے سے ایک دلچسپ ملاقات کے بعد ساقی فاروقی ہم (اسد محمد خان اور دیگر دوستوں) سے کہتے ہیں:

"وہ اگر مولانا شبلی، علامہ محمد اقبال اور عطیہ فیضی کے عہد میں ہوتا تو عطیہ بیگم کے سلسلے میں حضرت علامہ اقبال اور جناب شمس العلماء دونوں کا چراغ نہ جلنے دیتا بلکہ عین ممکن تھا کہ اپنے فیضی رحیمن صاحب کی ریاضتیں بھی رائیگاں جاتیں۔ ایسا خبیث آدمی تھا یہ اس زمانے میں۔"(۱۳)

اسد محمد خان، ساقی فاروقی کے خاکے میں بغیر کوئی تبدیلی کیے ایسے نقش و نگار ابھارتا ہے کہ قاری کے ذہن پر اس کی پوری شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ وہ ایک منجھے ہوئے خاکہ نگار کی طرح الفاظ کے متناسب اور چنیدہ انتخاب کے تحت خاکوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ وہ جو تصویر دکھانا چاہتے ہیں، قاری وہی تصویر دیکھتا ہے۔ 'خواجہ سگ پرست' میں شخصیت کا سراپا نگاری، حلیہ نگاری، عادات واطوار، خوبیاں وخامیاں، نشست وبرخاست اور دیگر خصائل کی ایسی تصویر ابھار کر واضح کرتا چلا جاتا ہے کہ وہی شخصیت آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی، اٹھتی بیٹھتی اور امورِ زندگی انجام دیتی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر بشیر سیفی خاکہ نگاری میں لفظی تصویر گری کو خاکے کا اہم عنصر قرار دیتے ہیں(۱۴)۔ اسد محمد خان نے اپنے خاکوں میں کم الفاظ میں شخصیت کے نمایاں اوصاف کو اجاگر کرنے کا گُر اچھی طرح جانتے ہیں۔ غیر ضروری تفاصیل میں پڑے بغیر وہ ہر خاکے میں نمایاں اور نمائندہ واقعات کا انتخاب کرتے ہیں۔

"میں تو اس وقت اس شخص کی کھری اور کھوٹی، اوندھی اور کج، خبیثانہ اور آدمیوں جیسی گہری اور اتھلی باتیں یاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں کیوں اس کے لیے اقوال زریں ڈرافٹ کروں۔"(۱۵)

آخر میں اسد محمد خان ساقی فاروقی کے بارے میں انتہائی جامع الفاظ میں ان کا نقشہ کھینچ کر قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"فقرے بازی سے قطعِ نظر اگر سنجیدگی سے پوچھا گیا تو میں خوف تردید کہہ دوں گا کہ اس شخص نے لکھے ہوئے تازہ کار لفظ کے سوا (اپنے بیوی بچوں اور یاروں کے سوا) کسی سے وفا نہ کی۔ شاعری کے حوالے کے سوا اپنے لیے کسی اور حوالے کو دستارِ فضیلت نہیں جانا، اردو نظم گوئی کی ڈرافٹنگ کرتے ہوئے اس نے ہر پامال روش کو چھوڑا۔ ایک نئی راہ نکالنے کی سعی کرتا رہا۔ از کار رفتہ اور عامیانہ لفظوں (کلیشے) سے اس نے اس طرح گریز کیا جیسے مومن لحمِ خنزیر سے گریز کرتا ہے۔۔۔۔ ساقی فاروقی مرنے کے سو پچاس برس بعد تک (ہوپ فلی) پڑھا جائے گا اور یہ مدت اس کم سواد زمانے میں کسی بھی اردو شاعر کے لیے infinity ہے۔"(۱۶)

اسد محمد خان کے اس خاکے میں ساقی فاروقی ایک پُرجوش، امنگ بھرا اور ہوش مند آدمی نظر آتا ہے۔ اس خاکے میں انھوں نے زیادہ تر ان واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں خاکہ نگار خود بھی موجود تھا۔ اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر انھوں نے ساقی فاروقی کی شخصیت کی جو تاثراتی تصویر کشی کی ہے، اس سے تاثراتی اسلوبِ بیان پر ان کی غیر معمولی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی طرح 'پورٹریٹ' میں اسد نے اطہر نفیس کی دوست نواز شخصیت کا خاکہ کھینچا ہے۔ اطہر نفیس بھی ان کے عزیز دوستوں میں میں سے تھے۔ وہ نرم دل، نرم گفتار اور خوش مزاج انسان تھے۔ انھوں نے اطہر نفیس کا خاکہ

انتہائی ہنر مندی سے کھینچا ہے۔ اسد جہاں ان کی نرم دلی، شرافت اور خوش مزاجی کا ذکر کرتے ہیں، وہاں ان کی اپنے دشمنوں کی غیبت کا واقعہ بھی خوش مزاجی سے بیان کرتے ہیں۔

"وقت پڑنے پر دشمنوں کی غیبت بھی کرتے ہیں، مگر غیبت کا انداز عجب ہے۔ بڑی محنت سے اپنے مخالف میں اوصاف تلاش کرتے ہیں، زیادہ مشکل پڑے تو امیجی نیشن سے کام لیتے ہیں اور ضرورت کے مطابق اوصاف وضع کر لیتے ہیں۔ انداز کچھ یوں ہوتا ہے کہ صاحب فلاں نہایت اعلیٰ خاندان کا آدمی ہے، کپڑے بھی کیا پہنتے ہیں مگر بڑا پاپاجی۔ یا کیا خوب آواز ہے اس آدمی کی لیکن دل سسرے کا بڑا کالا ہے اور کچھ نہیں تو یار نام اس شخص کا کس قدر خوبصورت ہے مگر یہ باتیں کتنی بوگس کرتا ہے۔"(۱۷)

خاکے کے اجزائے ترکیبی میں افسانے اور ناول کی طرح کردار نگاری ایک اہم عنصر ہے۔ جس طرح جاندار کردار نگاری افسانے اور ناول کی دلکشی میں اضافہ کر کے اسے زندہ جاوید بنا دیتی ہے، اسی طرح خاکہ نگاری میں بھرپور کردار کشی اس کے حسن میں دل فریبی اور فن کارانہ صلاحیتوں کی متقاضی ہوتی ہے۔ صنم نسیم اپنی کتاب "اردو خاکہ: فن اور روایت" میں لکھتی ہیں:

"خاکہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ کردار کی صورت نویسی اور چہرے کے تاثرات اور نقوش کو واضح کرے کیوں کہ یہ نقوش جس قدر واضح ہوں گے خاکے کا تاثر اتنا ہی دیرپا، جان دار اور خوش آئند ہو گا اور شخصیت کی پہچان اور ملاقات بھرپور رہے گی۔ حلیہ نویسی اور سراپا کشی خاکے کے اہم اجزا قرار دیے جاسکتے ہیں اور ان اجزا کے واضح اور صراحت آمیز تاثر کے بغیر خاکہ بے جان رہے گا۔"(۱۸)

اس کسوٹی پر 'پورٹریٹ' پورا اُترتا ہے۔ اس خاکہ میں اسد محمد خان نے اطہر نفیس کی صورت نویسی اور چہرے کے تاثرات اور نقوش کو واضح اور نمایاں کیا ہے بلکہ ان کی سراپا کشی کے واضح اور نمایاں صورت قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔ چونکہ خاکے میں شخصیت کو بطور خاص مرکوز کیا جاتا ہے، اس لیے اسد محمد خان نے اطہر نفیس کی خوبیوں اور خامیوں کی مکمل عکاسی کی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی "گنجینۂ گوہر" کے دیباچہ میں خاکے کا مفہوم بڑی عمدگی سے واضح کرتے ہیں:

"خاکہ ایسی صنف ادب قرار پائی جس میں کسی ایسے انسان کے خدوخال پیش کیے جائیں، کسی ایسی شخصیت کے نقش ابھارے جائیں جس سے لکھنے والا خلوت و جلوت میں ملا ہو، اس کی عظمتوں اور لغزشوں سے واقف ہو اور تمام تاثرات کو شگفتہ انداز میں پیش کرے کہ پڑھنے والا بھی اس شخصیت کی عظمت سے واقف ہو کر اسے ایک کردار کے طور پر قبول کرے۔"(۱۹)

یہی وجہ ہے کہ اسد محمد خان نے اطہر نفیس کو ان کی تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہاں ہزار دوستوں کا ایک دوست سو رہا ہے جو زندگی میں اتنا سچا تھا کہ کبھی کبھی تو شبہ ہونے لگتا تھا کہ شاید عیاری کر رہا ہے۔"(۲۰)

اسد محمد خان نے اپنے ایک اور عزیز ذیشان ساحل کا خاکہ بھی لکھا ہے جو شاعر تھے اور جن کی شاعری سے وہ خاصے متاثر تھے۔ کبھی کبھی اسد سے ملنے ان کے گھر پہنچ جاتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

"شاعری مجھے اچھی لگتی ہے۔۔۔ اردو شاعری بھی۔۔۔ اور مجھے ذیشان ساحل کی شاعری بہت اچھی لگتی ہے۔ میں نے ذیشان کو ہر زمانے میں خوب پڑھا ہے، خوب سنا ہے۔ سنہ بیاسی میں، میں نے اپنا پہلا مجموعہ چھپوایا تھا تو جیسا کہ ضروری

ہوتا ہے، کور پر پہلے میں نے کتاب کا نام اور اپنا نام لکھا دیا، پھر یہ کہا کہ کتاب کے پہلے صفحے پر ذیشان کی نظم 'ایرینا' سے ایک اقتباس دیا۔"(۲۱)

اس نوجوان شاعر کی شاعری سے اسد محمد خان خاصے متاثر ہیں۔ خاکہ نگار اس کی شاعری سے متعلق لکھتے ہیں کہ بڑی آسانی سے تفہیم کے دروازے کھول دیتی ہیں۔ وہ ذیشان ساحل کی شاعری سے مثالیں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی شاعری میں دکھ کا عنصر نمایاں ہے۔

"میں اس شاعر کی دکھ بھوگنے کی غیر معمولی صلاحیت پر کوئی لمبی بات کرنا نہیں چاہتا۔ دنیا جانتی ہے، آدمی اندر ہی اندر بار بار جیتا مرتا ہے۔ تبھی زندہ سطر لکھنے کے قابل ہوتا ہے اور یہ بھی کہ غم بڑی ذاتی دولت ہے اور شاعری کی حقیقی زندگی میں اسے لوکیٹ کرنا، نو آموز صحافیوں کو زیب نہیں دیتا۔"(۲۲)

اس خاکے کو فنی لوازم سے مکمل خاکہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ ایک تاثراتی و تجزیاتی مضمون کے قریب قریب ہے۔ خاکے کے فنی لوازم پر پورا نہیں اترتا۔

اس کے علاوہ 'یادیں: گزری صدی کے دوست' کے عنوان سے اسد محمد خان نے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اپنے کچھ دوستوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں انھوں نے اپنے بڑے بھائی کے دوست اودھ نرائن، اپنے بچپن کے دوست گوری شنکر اور سید مظہر حسین اور اپنے دو عزیز پیاروں بھیا دیوی سرن سکسینہ اور ممتاز خان اور کزئی کے متعلق یاداشتیں قلم بند کی ہیں۔

اودھ نرائن ایک یتیم اور یسیر لڑکا تھا۔ اس کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری اس کے دادا نے انجام دی۔ اودھ نرائن نے غربت میں زندگی گزارتے ہوئے معالج ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی اور اپنی ساری زندگی غریبوں کی خدمت میں گزار دی، جو انسان دوستی کی اعلیٰ مثال ہے۔ اودھ نرائن ایک بااخلاق اور شریف النفس انسان تھا۔

"اودھ بھیا جیسا غربت 'برتنے والا' اسے لباس کی طرح بے نیازی سے اوپر ڈالے رکھنے والا، میں نے دوسرا آدمی نہیں دیکھا۔ وہ بھوک کو اور چیزوں کی، ناموجودگی کو روٹین میں قبول کرتے تھے اور ہنسی میں اڑا دیا کرتے تھے۔"(۲۳)

اس طرح اسد محمد خان اپنے ایک ہم جماعت گوری شنکر شرما کے حوالے سے اپنی یاداشت مرتب کرتے ہیں:

"اس کے گھر والے بڑے خوبصورت، وجیہہ لوگ تھے۔ میں اکثر گوری شنکر سے کہتا تھا کہ تجھے تیرے ماں باپ، تیرے بہن بھائی کو دیکھ کر یقین آجاتا ہے کہ تم برہمن باہر سے آئے ہوئے لوگ ہو۔ گورے چٹے کھڑی ناکوں والے آریہ۔ فرزندِ مین ہوتے تو بیٹا ساؤتھ کے دراوڑوں جیسے چپٹے اور کالے بھسم ہوتے۔"(۲۴)

اس طرح اسد اپنے ماضی کے ایک اور دوست سید مظہر حسین کے حوالے سے اپنی یاداشتوں کو مرتب کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دو اور دوستوں بھیا دیوی سرن اور میاں ممتاز علی خان اور کزئی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مگر یہ تمام شخصی خاکے یا تاثراتی مضامین کے زمرے میں آتے ہیں اور خاکہ نگاری کے لیے جن جن لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ان مضامین میں موجود نہیں یعنی سراپا نگاری، حلیہ نگاری اور چند چنیدہ اور اہم واقعات جس سے اس شخصیت کی تصویر واضح ہوتی ہے۔ تاہم باقی چاروں خاکے فنی حوالے سے اعلیٰ معیار کے حامل ہیں۔

ان تمام خاکوں سے اسد محمد خان کی فنکارانہ ہنرمندی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ نہ صرف فنِ خاکہ نگاری کے اصولوں سے واقفیت رکھتے ہیں بلکہ اپنے خاکوں میں اس کو کمالِ فنکاری سے برتنے کی سعی بھی کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اسد محمد خان کی کتاب "ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی" کے عنوان سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اگرچہ زیادہ تر سفر نامے، خطوط اور ای میلز شامل ہیں مگ ان میں بھی کئی جگہوں پر دوستوں کے بارے میں لکھا ہے جو خاکے کے قریب قریب کی چیز ہے۔ ان میں قرۃ العین طاہرہ، نندتا، پیدرو، مراقشی نوجوان کے علاوہ سید محمود خان ہاشمی، انور خان، فیروزہ جعفر، ناصر کمال، ماما بندیل کھنڈی اور مشتاق احمد یوسفی شامل ہیں۔ ان تمام اشخاص کے بارے میں اسد محمد خان نے لکھتے وقت ان کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی پہلو اجاگر کیا ہے۔ یہ تمام تاثراتی مضامین ایک کولاژ کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں۔

"عزیزہ فیروزہ نے پروین شاکر سمیت کتنے ہی شاعروں ادیبوں کی میزبانی کی ہے۔ خوردوں میں اتنی شفیق خاتون میں نے کوئی اور نہیں دیکھی۔"(۲۵)

خاکہ نگاری ایک مشکل صنف ہے کیونکہ خاکہ نگار کو معلومات، مشاہدات اور یاداشتوں کے بحرِ ذخار میں سے چند ایک مخصوص واقعات و مشاہدات کا چناؤ کرنا پڑتا ہے۔ یہ خاکہ نگار کی ادبی صلاحیت اور اہلیت پر منحصر ہے کہ وہ کن واقعات و معلومات کو شخصیت نویسی کے لیے اہم گردانتا ہے۔ اسد محمد خان نے اس ادبی صلاحیت کا بھرپور

استعمال اپنے خاکوں میں کیا ہے۔ اس نے کم سے کم الفاظ میں شخصیت کے نمایاں اوصاف کو اجاگر کیا ہے۔ اسد کے پاس واقعات و تاثرات کا ایک انبار موجود ہے۔ اس انبار میں سے وہ نمایاں اور چیدہ چیدہ واقعات ہی کو منتخب کرتے ہیں جن کے آئینے میں ان اشخاص کی پوری شخصیت قاری کے سامنے آجاتی ہے۔

اسد محمد خان ہمیشہ غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے خاکے کا تاثر مجروح ہونے سے بچ جاتا ہے۔ انھوں نے جن اشخاص کے خاکے لکھے ہیں، ان کے ساتھ انھوں نے طویل زندگی گزاری ہے مگر وہ ایک ماہر خاکہ نگار کی طرح اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھیں کن کن واقعات کو ذکر کرنا ہے۔ انھیں اشاروں میں طویل مفاہیم ادا کرنے کا ہنر آتا ہے۔ خاکوں میں متناسب طوالت کا التزام ملتا ہے۔ وہ اصل شخصیت میں تبدیلی کیے بغیر ایسے ایسے نقش و نگار بکھیرتا کہ قاری کے ذہن پر اس کی پوری شخصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ وہ ان واقعات کا ذکر بھی کرتا ہے جس سے اس شخصیت کے پوشیدہ گوشے بھی منور ہو جاتے ہیں کیونکہ خاکہ ایک سوانحی مضمون ہے اور اس میں کسی شخص کی زندگی میں پیش آنے والے سارے واقعات درج نہیں کیے جاسکتے، اس لیے منتخب واقعات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسد محمد خان نے ایسے واقعات منتخب کیے ہیں جو ان شخصیات کی زندگی کے بیش تر یا تمام پہلوؤں پر حاوی دکھائی دیتے ہیں۔

اسد ماحول اور واقعات کی منظر تراشی اس انداز سے کرتے ہیں کہ دونوں باہم مربوط ہو جاتے ہیں اور موضوعِ خاکہ کردار کی شخصیت کی خلوت و جلوت کے غماز بن جاتے ہیں جس سے خاکے میں وحدت تاثر پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خاکوں میں کرداروں کی فطرت، عادات و اطوار، شخصیت، حلیہ نگاری، ماحول اور دیگر شخصی پہلوؤں میں جزئیات نگاری کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ وہ فنی بصیرت اور فنی مہارت سے خاکے کا تانا بانا بنتے ہیں۔

خاکہ نگاری میں مزاح کا عنصر لازمی نہیں مگر اکثر خاکہ نگاروں کے ہاں تواتر سے اس کا استعمال ملتا ہے۔ اسد محمد خان بھی اپنے بیشتر خاکوں میں اس کا استعمال کرتے ہیں۔ خاص کر ساقی فاروقی کے خاکہ 'خواجہ سگ پرست'، اطہر نفیس کے خاکہ 'پورٹریٹ' اور سلیم احمد کے خاکہ 'جہانگیر کواٹرز کا آریکل' میں اس کا بخوبی استعمال ملتا ہے۔ اسلوب کی شگفتگی قاری کو خوشگوار حیرت سے دوچار کرتی ہے کیونکہ اگر مزاح کو خاکے کے تاثر، مقصدیت اور خوش مزاقی کو برقرار رکھنے کی خاطر برتا جائے تو مزاح خاکے کے ایک عنصر کے طور پر سامنے آتا ہے۔

خاکہ نگاری کے سلسلے میں حقیقی واقعات کی تصویر کشی، صداقت کی پیش کش اور شخصیت سے متعلق اہم پہلوؤں کی نقاب کشائی بہت نازک اور حساس مرحلہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اسد محمد خان شخصیت کی خوبیوں اور خامیوں کی متوازن نشاندہی کرتا ہے۔ وہ اپنے خاکوں میں شخصیت کی ذاتی زندگی کی حقیقت پسندانہ جھلک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ کرداروں کی فطرت کی دبیز تہوں سے اہم واقعات و تاثرات کو فنکارانہ انداز سے اجاگر کرتا ہے۔

ایک معیاری اور ادبی خاکے کے لیے ضروری ہے کہ خاکہ نگار شخصیت کے ساتھ محبت، نفرت اور دشمنی جیسے جذبات کو پس پشت ڈال کر شخصیت کی شخصی خصائل کی متوازن خطوط کو سامنے لائے۔ اسد محمد خان اپنی ذات کی گہرائیوں سے شخصی خصائل کو محسوس کرتے ہیں اور اپنے خلوص کے بل بوتے پر ان خاکوں میں نئے رنگ بھر دیتے ہیں۔

اسد محمد خان اپنی ادبی اور نثری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ ان کا اسلوب دل پسند، شگفتہ اور قابل فہم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے خاکہ کی تفہیم قاری کے لیے آسان اور ممکن ہو جاتی ہے۔ ایک ہنر مند خاکہ نگار کی طرح اسد محمد خان باطن شناس، نفسیات دان، قیافہ شناس بن کر شخصیت کی تہوں میں بڑے باریک بینیوں کو ایک ماہر غوطہ زن کی طرح دریافت کرتے ہیں۔ وہ شخصیت کی دبیز تہوں کی ہر پرت کو انفرادیت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی وہ تصویر کا مزاحیہ رُخ تلاش کرتے ہیں تو کبھی شخصیت کے کم زور پہلوؤں کو کریدتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ حلیے اور شخصیت کے نقوش مزاحیہ پیرائے میں پیش کرتے ہیں جیسے فرحت اللہ بیگ نے اپنے خاکوں میں پیش کرتے ہیں۔

اسد محمد خان کے پیش نظر کچھ محرکات اور عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن کے تحت وہ شخصیت کی زندگی کو دوام بخشتے ہیں۔ ان کے خاکوں میں تخیل کی کارفرمائی کم کم دکھائی دیتی ہے۔ زیادہ تر وہ دستیاب مواد سے کام لیتا ہے۔ ان کے تمام خاکے محبت کے تحت لکھے گئے ہیں اور بقول مصطفیٰ صدیقی:

"خاکہ نگاری میں داخلیت ہمیشہ کارفرما رہی ہے اور میری ناقص رائے میں اگر یہ موضوعیت نہ ہو تو ذاتی تعلق اور شخصی قرب کی جھلک پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔"(۲۶)

اسد محمد خان کی بھی ان شخصیات کے ساتھ ایک جذباتی اور دلی وابستگی موجود ہے اور ویسے بھی خلوت کی دنیا کے لیے یہ تعلق اور وابستگی ایک طرح سے لازم بھی ہے۔ وہ اپنے اسلوب میں مزاح کے ساتھ ساتھ طنز کا استعمال بھی

کرتے ہیں۔ جہاں شخصیت کے کمزور پہلوؤں کو دکھانا مقصود ہو وہاں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر حد سے زیادہ طنز خاکے کے حسن کو مجروح کر سکتا ہے۔ انھوں نے ساقی فاروقی کے خاکہ 'خواجہ سگ پرست' میں اس کا خاص اہتمام کیا ہے۔

"ساقی نے بے نیازانہ ایک ایسا فقرہ کہا جس کا مفہوم یہ تھا کہ فاضل دوست فردوسی آس مغالطے میں رہتے ہیں کہ وہ چیزوں کو اور چیزیں انھیں سمجھ سکتی ہیں۔ ساقی حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ فخر سلطنت جناب فردوسی نے کڑک کر کہا: صاحب زادے! میں نے روس میں۔۔۔۔

ساقی نے جملہ پورا نہ کرنے دیا، ڈپٹ کر کہا 'اسٹاپ! مسٹر فردوسی پلیز اسٹاپ! ذہین ادیبوں شاعروں کا یہ اجتماع۔ ساقی نے جھاڑوں کی طرح اپنا ہاتھ سویپ کرتے ہوئے جملہ حاضرین کو روغنِ قاز مل دیا۔

بولا، یہ ذہین اجتماع حلق تک اس اطلاع سے بھر چکا ہے، بلکہ اب تو ابل رہا ہے اس خبر سے مسٹر فردوسی کہ آپ سرکاری خرچ پہ بالآخر روس بھی ہو آئے۔"(۲۷)

اس طرح اسد محمد خان نے کئی موقعوں پر طنز کا استعمال فنی چابکدستی سے کیا ہے۔

خاکہ نگاری اور یاد نگاری کے حوالے سے اسد محمد خان نے خوبصورت اور دل موہ لینے والے نثر پارے تخلیق کیے ہیں جن میں مصنف نے اپنے احباب، معاصرین یا قریبی تعلق داروں کی یاد کو تازہ کیا ہے اور اس طرح ان کی شخصیتوں کو یادوں میں زندہ کر دکھایا ہے۔ چونکہ انھوں نے ان شخصیات کے ساتھ ایک دوستانہ عرصہ گزارا ہوا ہے لہٰذا خاکہ نگار نے اپنی مشاہدات اور یادداشتوں کے سہارے ان کو محفوظ کیا۔ یہ واقعات ان کی ماضی اور حال دونوں سے متعلق ہیں۔

ان تمام مذکورہ خاکوں کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اسد محمد خان نے افسانوں اور شاعری کے ساتھ ساتھ بہترین ادبی خاکے تخلیق کر کے خاکہ نگاری کی دنیا میں اپنی حیثیت اور شناخت مستحکم کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اصنافِ ادب، سنگ میل پبلی کیشنز۔ لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۷۲

Dr. Rafiuddin Hashmi, Asnaf-e-Adab, Sang-e-meel Publications, Lahore, 1991, p. 172

۲۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، خاکہ نگاری: فن اور تنقید، نظیر سنز پبلشرز۔ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴

Dr. Bashir Saifi, Khaka Nigari: Fan aur Tanqeed, Nazeer Sons, Lahore, 1992, p. 14

۳۔ محمد عارف، عرضِ مرتب مشمولہ مردم دیدہ از چراغ حسن حسرت، نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ اسلام آباد، ۱۹۹۵ء، ص ۸

Muhammad Arif, Arz-e-Murattib mashmoola Mardam Deeda by Chiragh Hasan Hasrat, National Book Foundation, Islamabad, 1995u, p. 8

۴۔ یحییٰ امجد، اردو ادب میں خاکہ نگاری مشمولہ اردو نثر کا فنی ارتقاء، مرتب ڈاکٹر فرمان فتح پوری، الوقار پبلی کیشنز۔ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۷۳

Yahya Amjad, Urdu adab miN Khaka Nigari mashmoola Urdu Nasr ka Fanni Irtiqa, Murattib Dr. Farman Fatehpuri, Al-waqar Publications, Lahore, 2003, p. 373

۵۔ اسد محمد خان، محل والی نانا مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۳۰

Asad Muhammad Khan, Mahlwali Nanna mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 30

۶۔ ایضاً، ص ۳۰

ibid, p. 30

۷۔ اسد محمد خان، جہانگیر کوارٹر کا oracle، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۴۵

Asad Muhammad Khan, Jahangir Quarter ka Oracle mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 45

۸۔ ایضاً

ibid

۹۔ ایضاً، ص ۴۶

ibid, p. 46

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۸

ibid, p.48

۱۱۔ محمد طفیل، محبی، ادارہ فروغ اردو۔ لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۸

Muhammad Tufail, Muhibbi, Idara Farogh-e-Urdu, 1981, p.8

۱۲۔ اسد محمد خان، خواجہ سگ پرست، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۵۵

Asad Muhammad Khan, Khwaja Sagparast mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 55

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۷

ibid, p. 57

۱۴۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، خاکہ نگاری (فن و تنقید)، ساخشار پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳

Dr. Bashir Saifi, Khaka Nigari (Fan o Tanqeed), Sakhsar Publishers, Rawalpindi, 1990, p.13

۱۵۔ اسد محمد خان، خواجہ سگ پرست، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۶۱

Asad Muhammad Khan, Khwaja Sagparast mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 67

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۷

ibid, p. 67

۱۷۔ اسد محمد خان، پورٹریٹ، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۱۱۶

Asad Muhammad Khan, Portraid mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 116

۱۸۔ ڈاکٹر صنم نسیم، اردو خاکہ فن اور روایت، دارالنوادر۔ لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۲۲

Dr. Sanam Nasim, Urdu Khaka Fan aur Riwayat, Darun Nawadir, Lahore, 2020, p.22

۱۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، دیباچہ، گنجینۂ گوہر از شاہد احمد دہلوی، مکتبہ اسلوب۔ کراچی، س ن، ص ۹۸

Dr. Jamil Jalbi, Debacha, Ganjina-e-Gohar by Shahid Ahmad Dehlavi, Maktaba-e-Usloob, Karachi, p.98

۲۰۔ اسد محمد خان، پورٹریٹ، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۱۱۸

Asad Muhammad Khan, Portraid mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 118

۲۱۔ اسد محمد خان، ذیشان کے بارے میں، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۶۹

Asad Muhammad Khan, Zeeshan K Baray Mian mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 69

۲۲۔ ایضاً، ص ۷۰

ibid, 70

۲۳۔ اسد محمد خان، یادیں گزری صدی کے دوست، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء،

ص ۳۲

Asad Muhammad Khan, Guzri Sadi k Dost mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 32

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۳

ibid, p. 33

۲۵۔ اسد محمد خان، تورے مالینوس، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز۔ لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۱۰

Asad Muhammad Khan, Toray Malinoos mashmoola Tukron main kahi gaye kahani, Ilqa publications, Lahore, 2015, p. 110

۲۶۔ محمد مصطفیٰ صدیقی، صوابدید، مرتب: ڈاکٹر عمران ٹاکر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۱۳

Muhammad Mustafa Siddiqi, Sawabdeed, murattib Dr. Imram Takar, Educational Publishing House, Delhi, 2010, p.113

۲۷۔ اسد محمد خان، خواجہ سگ پرست، مشمولہ یادیں: گزری صدی کے دوست، براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۵۸

Asad Muhammad Khan, Khwaja Sagparast mashmoola Yadain Guzri Sadi K Dost, Brown Publications, 2015, p. 58